اخبارِ اُمت

گجرات میں مسلم کُشی: منصوبے کا ایک حصہ

پروفیسر خورشید احمد

گجرات میں جو کچھ ہوا ہے اور ہو رہا ہے' یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں ہے' بلکہ یہ ایک سوچا سمجھا منصوبہ ہے جس کی کچھ بنیادیں ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ مسلمان کا بحیثیت مسلمان اپنے تشخص کی صحیح حفاظت کے ساتھ' بھارت میں کوئی مستقبل نہیں ہے لیکن اگر وہ دوسرے درجے سے بھی کم تر درجے کے شہری بننا قبول کریں' یعنی یہ کہ وہ نام کے مسلمان رہیں' مسجدیں بنالیں اور نماز بھی پڑھ لیں لیکن ہندو کلچر' ہندو فلسفۂ حیات' ہندو سیاست اور ہندو کی بالادستی تسلیم کرلیں تو پھر رہ سکتے ہیں۔ اگر مسلمان ثقافتی وتہذیبی اور علمی طور پر ایک نظام زندگی یا ایک نظام تہذیب کے علم بردار اور ایک سیاسی اور معاشی قوت کے طور پر وجود رکھنا چاہیں تو یہ گوارا نہیں۔ ہندوشوانزم کا یہی حقیقی ٹارگٹ ہے۔ حکمت عملی کے طور پر انھیں کبھی مفاہمانہ رویہ بھی اختیار کرنا پڑتا ہے۔

دوسری چیز اس کا پس منظر ہے۔ راشٹریہ سیوک سنگھ (آر ایس ایس) ۱۹۲۵ء میں قائم ہوئی ہے۔ اس کا قیام مسلمانوں سے ان کے اقتدار کا بدلہ لینے کے لیے عمل میں آیا۔ بنیادی طور پر یہ ایک عسکری تنظیم ہے۔ آغاز اکھاڑے' ورزش اور لاٹھی سے ہوا لیکن اب اسلحہ اور آتش زنی کی کارفرمائی ہے۔ اس کی جڑیں مہاسبھا اور شدھی کی اہم مذہبی اور فکری تحریکوں میں تھیں: مہاسبھا فکری اور سیاسی' اور شدھی مذہبی اور تہذیبی۔ لیکن انھوں نے محسوس کیا کہ جب تک عسکری' یعنی مارشل طاقت نہیں ہوگی یہ کام نہیں ہوسکتا۔ گاندھی جی کے مقاصد مختلف نہ تھے لیکن ان کا اسلوب بقاے باہمی (coexistence) کا تھا۔ انھیں بھی برداشت نہ کیا گیا اور قتل کر دیا گیا۔

'بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کی فکر بقاے باہمی کی نہیں ہے' بالادستی (hegemony) کی ہے۔ ۷۰ کا عشرہ ہندستان کی تاریخ میں ایک اہم موڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔ کانگریس جس نے آزادی کی تحریک

چلائی اور ملک پر حکومت کی تھی' وہ ٹوٹنا شروع ہوئی۔ یہ وقت ہے کہ جب ہندو قیادت نے فیصلہ کیا کہ اب ہمیں نہ سیکولرازم کی ضرورت ہے' نہ بقاے باہمی کی' بلکہ حقیقی ہدف ہندو کا مستقل غلبہ ہے۔ اس کے لیے یہ تدریج مرحلہ وار کام کیا گیا۔ بی جے پی کانگریس کے مقابلے میں اپوزیشن کی حیثیت سے پہلی مرتبہ سیاست میں داخل ہوئی اور اٹل بہاری واجپائی قابل قبول چہرے کے طور پر مخلوط حکومت میں آئے۔ اس کے بعد انھوں نے منصوبہ بنایا کہ اب ہمیں سولو فلائٹ کرنی ہے اور اصل قوت بن کر اُبھرنا ہے۔ اس کے لیے شمالی بھارت کو جو برہمن غلبے کا علاقہ ہے توجہ کا مرکز بنایا۔ اب ہندو نیشنلزم کو فکر سے آگے بڑھ کر اور سیاسی محاذ سے پیش قدمی کر کے عوامی تحریک بنانا پیش نظر تھا۔ بی جے پی' آر ایس ایس اور اس طرح کی دوسری تنظیموں نے اسی کام کو کیا ہے۔

ایڈوانی اور ٹھاکرے اصل thinker اور strategist ہیں۔ بابری مسجد کو ٹارگٹ بنا کر ذریعہ بنایا گیا۔ اصل مقصد ہندو جذبے کو متحرک کرنا اور طاقت ور بنانا تھا۔ انھوں نے بابری مسجد کو شہید کیا۔ بابری مسجد دراصل پوری تحریک تھی جس نے بی جے پی کو سیاسی طاقت بنایا۔ پارلیمنٹ میں ان کے ممبران دو سے ۸۲' اور ۸۲ سے ۱۸۰' ۱۸۰ سے ۲۱۰' ۲۱۰ سے ۲۱۸ ہو گئے۔ یہ خود مکمل کہانی ہے۔

گجرات میں جو کچھ ہوا ہے وہ دراصل اس پوری اسکیم کا ایک حصہ ہے۔ گجرات ہی نہیں' اس سے پہلے احمد آباد میں' علی گڑھ میں' بھاگلپور میں' میونڈی میں اور میرٹھ میں بھی یہی کچھ ہوا۔ جہاں کہیں بھی مسلمان کوئی قابل لحاظ حیثیت اور سیاسی اور معاشی اعتبار سے اہمیت رکھتے تھے' اسے نشانہ بنایا گیا۔ احمد آباد' گجرات' ممبئی' یہ وہ مقامات ہیں جہاں مسلمان ابھی تک معاشی طور پر مضبوط ہیں۔

میں ممبئی صرف ایک دفعہ ایک دن کے لیے گیا ہوں۔ وہاں جس ٹیکسی پر میں نے سفر کیا اس کے مسلمان ڈرائیور سے میں نے جب بات چیت کی تو اس نے کہا کہ ہم تعداد میں کم ضرور ہیں لیکن ہندوؤں سے نبٹ سکتے ہیں' اگر حکومت اور پولیس بیچ میں نہ آئے!

۱۹۹۲ء میں بابری مسجد کو شہید کرنے کے بعد سے ہندو تنظیمیں وہاں مندر بنانے کی تیاری کر رہی ہیں۔ کروڑوں' اربوں کے حساب سے رقم جمع کر لی ہے۔ اس کے سارے حصے بنا لیے ہیں۔ ہر چیز تیار ہے۔ اب وہ کوئی موقع چاہتے ہیں کہ مندر بننا شروع ہو جائے' لیکن یہ ایک پولیٹیکل ایشو بن گیا ہے۔ قانونی پہلو بھی سپریم کورٹ میں زیر بحث ہے۔

بابری مسجد کو مسئلہ بنا دیا گیا ہے' جب کہ یہ بھی تحقیق نہیں ہے کہ رام تھے بھی یا نہیں' تھے تو کہاں تھے۔ ان کی جنم بھومی کے بارے میں ایک ہزار سے زیادہ مقامات کی نشان دہی ہندو مؤرخین نے کی ہے۔ کوئی

شہادت اور ثبوت نہیں ہے کہ ظہیرالدین بابر نے کبھی بھی کسی مندر کو مسجد میں تبدیل کیا ہو۔ لیکن اب اسی بنیاد پر سارا زور وہاں مندر بنانے پر ہے۔ اعلان کیا گیا تھا کہ ہم ۱۰ سال کے اندر اندر مندر بنا لیں گے۔ ان کا منصوبہ یہ تھا کہ مارچ ۲۰۰۲ء میں مندر بنے گا۔ اب واجپائی وزیراعظم اور ایڈوانی وزیر داخلہ ہیں' مندر نہیں بن سکا ہے۔ اس لیے انھوں نے یہ کیا کہ جہاں مندر کی تعمیر کی تیاریاں کی جا رہی ہیں وہاں لوگ آئیں جائیں۔

اس دوران گودھرا کا واقعہ پیش آیا۔ دو ہندو صحافیوں کی تحقیق انڈی پنڈنٹ لندن میں پورے صفحے پر شائع ہوئی ہے کہ ہم نے جتنی تحقیق کی ہے' کوئی ثبوت اس کا نہیں ملا کہ باہر سے آگ لگائی گئی۔ بوگی میں موجود کوئی چیز ہی آگ لگنے کی وجہ بنی۔ لیکن مسلمانوں پر اس کا الزام رکھ کر انھیں تہ تیغ کرنا اور ان کی بستیوں کو اور کاروبار کو منظم اور سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق جلانا شروع کر دیا گیا۔ وزیراعلیٰ نریندر مودی نے کھلے عام حوصلہ افزائی کی۔ پولیس نے حملہ آوروں کا ساتھ دیا۔ جن باضمیر ہندو افسروں نے رکاوٹ ڈالی ان کے تبادلے کر دیے گئے۔

اطلاعات کے مطابق اس وقت تک ۴ ہزار سے زیادہ افراد شہید ہو چکے ہیں۔ ایک ہزار سے زائد خواتین کے ساتھ زیادتی ہوئی' سیکڑوں مسلمان جلائے گئے ہیں۔ بستیوں کی بستیاں جلا دی گئیں ہیں' اور ایک لاکھ سے زیادہ افراد بے گھر ہو گئے ہیں۔ کیمپوں کا برا حال ہے۔ اب تو دو مہینے ہو رہے ہیں لیکن مسلمانوں کو ان کے گھروں کو واپس نہیں آنے دیا جا رہا۔ مسلسل حملے جاری ہیں۔ دوسری طرف بھارتی حکومت کی پالیسیوں کو دیکھیں' انھیں دنیا کو دکھانے کے لیے بھی کچھ کہنے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ بے باک طریقے سے مسلمانوں کی نسلی صفائی میں مصروف ہیں۔

یہ ایک عالمی اور نظریاتی مسئلہ ہے۔ اس میں سب سے زیادہ قابل افسوس کردار پاکستان کا ہے جس نے اس مسئلے کو محض ایک بیان سے زیادہ کے قابل نہیں سمجھا اور بھارت کو ناراض نہ کرنے کی خاطر درست پالیسی اختیار نہ کی۔ اس طرح دوسرے ممالک کو بھی جواز دیا کہ جب پاکستان ہی کچھ نہیں کر رہا تو وہ کیا کریں۔ او آئی سی نے بھی خاموشی اختیار کی۔ مسلم ممالک نے بھی کوئی کردار ادا نہیں کیا۔ فلسطین میں مظالم ہو رہے ہیں۔ ہم پوری طرح ان کے ساتھ ہیں۔ لیکن یہ ظلم بھی اسی طرح کا ظلم ہے۔ اس کی مذمت کیوں نہیں کی جاتی؟

پاکستان کی ذمہ داری اس معاملے میں سب سے زیادہ اس لیے ہے کہ ۳ جون ۱۹۴۷ء کو تقسیم ملک کی جو اسکیم بنی اس کا ایک حصہ یہ تھا کہ جو دو آزاد ممالک قائم ہو رہے ہیں' دونوں اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ یہ اپنے اپنے ممالک کے اندر اقلیتوں کو مکمل تحفظ دیں گے۔ یہ ایک دوسرے کی ذمہ داری ہوگی۔ پاکستان

اور ہندستان کے قیام کا جو چارٹر ہے یہ اس کا ایک حصہ ہے۔ ۱۹۴۹ء میں پہلے فسادات کے بعد لیاقت نہرو معاہدہ ہوا جس میں دونوں کے دستخطوں سے یہ اصول لکھا ہوا ہے کہ پاکستان کی حکومت بھارت کے مسلمانوں میں interested ہوگی اور بھارت کی حکومت پاکستان کے ہندوؤں میں۔

تقسیم سے قبل قائداعظم سے یہ بنیادی سوال پوچھا گیا کہ آپ کا بنیادی موقف یہ ہے کہ برعظیم میں مسلمانوں کا مسئلہ حل ہوگا۔ لیکن پاکستان بن جائے گا تو پاکستان میں تو ہوگا' ہندستانی مسلمانوں کا کیا ہوگا؟

قائداعظم نے کہا کہ مسئلہ پورے برعظیم کے مسلمانوں کا ہے۔ یہ مسئلہ اس طریقے سے حل ہوگا کہ پاکستان نہ صرف ان لوگوں کو تحفظ دے گا جو وہاں ہوں گے بلکہ وہ برعظیم کے مسلمانوں کے تحفظ کے لیے ذریعہ بنے گا۔ یہ بات تقسیم کے منصوبے کا حصہ ہے۔ اور بھارت میں مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ نہ ہوا تو ہم اپنا مداخلت کا حق (right of intervention) محفوظ رکھتے ہیں۔ یہ مہذب دنیا کا ایک اصول ہے۔

پاکستان کا قیام اور آزادی ایک معاہدۂ عمرانی کی بنیاد پر عمل میں آئی ہے۔ تقسیم کی اسکیم کا ایک عمرانی پہلو ہے۔ دو قوموں کے درمیان باہمی تفہیم ہوئی ہے اور قائداعظم نے بھی یہی بات کی ہے۔ ہماری حکومت کو اپنی ذمہ داری محسوس کرنا چاہیے!

مصر انقلاب کے دوراہے پر

جینوی عبدو○

شرق اوسط کے سیاسی و سماجی امور میں دل چسپی رکھنے والوں کے لیے یہ پہلو خاصی توجہ کا مرکز ہے کہ: مصر میں اسلامی تحریک احیا اور اسلام کے حرکی تصور کا کیا مستقبل ہے؟ کیا واقعی مصر اسلام کی طرف بڑھ رہا ہے؟ کیا مصر کا موجودہ سیکولر حکمران گروہ' مستقبل میں بھی اقتدار پر اپنی گرفت مضبوط رکھ سکے گا' یا سیکولر مصر آہستہ آہستہ اسلامی مصر کے راستے پر چل نکلے گا؟

میں نے دوران تعلیم مصر کی شہری اور دیہی آبادی کے ذوق' جذبات اور اُمنگوں کو جس قدر قریب سے دیکھا ہے' اس کے بعد میں برملا یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ: اسلامی تحریک احیا اور عسکریت پسند مسلمانوں کی جانب سے مصر میں ایک قابل ذکر چیلنج اُبھر رہا ہے۔ ایسا چیلنج جس سے شرق اوسط میں مغربی مفادات کو صدمہ

○ لبنانی نژاد مسیحی ریسرچ اسکالر